پروفیسر احمد رفیق اختر صاحب کا لیکچر ـــــ جنہیں امت مسلمہ کے لیے عظیم تحفہ خیال کیا جاتا ہے

اسلام اور عورت

قرآن حکیم میں خواتین نے ایک دفعہ عرض کی، یا رسول اللہؐ! یہ کیا مصیبت ہے۔ لگتا ہے سارا قرآن مردوں کے لیے ہے۔ خطاب اور بات میں ہر حکم مردوں سے ہے۔ ہمیں تو آپ نے کسی حساب کتاب میں ہی نہیں رکھا، کہیں شمار ہی نہیں کیا۔ حضور گرامی مرتبتؐ ابھی خاموش تھے کہ اللہ نے اپنی بندیوں کی بات سن لی۔ فوراً آیات اتریں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ معاشرہ مردانہ غلبے کا ہے، تو ہم میل کو خطاب کرتے ہیں۔ وہ مختصراً اور تفصیلاً جا کر بیوی کو یہ بات بتا دے گا۔ باپ بیٹی کو اور بھائی بہن کو بتا دے گا۔ مگر یہ تمہارا گلہ بڑا ٹھیک ہے کہ ہو سکتا ہے، آئندہ آنے والی نسلوں میں یہ اجماع بن جائے کہ قرآن ہمارے لیے ہے ہی نہیں۔ خدا نے ہمیں تو خطاب ہی نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا، ایسی بات نہیں ہے۔ بلکہ پوری آیات میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کا ذکر ہے۔ والقنتین والقنت والصادقین والصادقت والصابرین والصابرت اور والحافظین فروجھم والحفظات (پ۲۲، س الاحزاب، آیت ۳۵) اور آخر میں بڑے کمال کی بات کی۔

قرآن حکیم کے انداز کا آپ کو پتہ ہو، تو خدا کے ہاں پیچھے آنے والا پہلے آنے والوں سے بہتر ہوتا ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے، جو قاعدہ اور قانون ربانی میں آئی ہے۔ جیسے حضرت آدمؑ سے سلسلہ شروع ہوا اور صحف آدم سے بات شروع ہوئی۔ چلتے چلتے قرآن تک آئی۔ مگر جب قرآن آیا، تو پیچھے آنے والا سب آگے آنے والوں سے آگے بڑھ گیا۔ جب محمد رسول اللہؐ

آئے، تو یوں سمجھو، رسالت اپنی پناہ میں چلی گئی۔ محمد رسول اللہؐ جب تشریف لے آئے تو پھر ہدایت و رشد اور انسان کی بہتری کا کوئی ایسا درجہ نہ رہا، جو پیچھے بچتا تھا۔ اسی لیے تمام کام کو سمیٹ کر ایک مقتدر اور اعلیٰ ترین نبوت پر اسے ختم کر دیا۔ قرآن حکیم جب یہ لسٹ دے رہا تھا، تو آخر میں اس نے کہا، والذکرین اللہ کثیرا والذاکرات (پ۲۲، س الاحزاب، آیت ۳۵) ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں۔

میرے اپنے تجربے میں ایک بڑی عجیب بات آئی ہے کہ مردوں کو اگر آج بھی تھوڑا سا ذکر دیں، تو وہ کہتے ہیں، زیادہ ہے جبکہ بہت ساری خواتین ایسی آتی ہیں، جو کہتی ہیں، تھوڑا ہے۔ تھوڑا سا اور دے دیں۔ میں ان سے یہی کہتا ہوں کہ تم گھروں میں الجھی ہوئی ہو۔ بہت سارے کام کاج کرنے ہوتے ہیں۔ یہ کہاں تم ساری تسبیحات پڑھو گی؟ وہ کہتی ہیں، نہیں جی، میں تو بڑی آسانی سے پڑھ لوں گی۔ صبح اٹھتی ہوں۔ آسانی سے پڑھ لیتی ہوں۔ شام کے لیے کوئی دے دیں۔ میں تو خدا کی اس آیت کا قائل ہو گیا ہوں کہ آخر میں آنے والے ہر حال میں مردوں کے ذاکروں سے عورتوں کی ذاکرات بہتر ہوتی ہیں۔

یہ بات عملی طور پر اس وقت سامنے آئی، جب ایک وقت میں صوفیائے کرام کا آغاز ہوا، تو اس زمانے میں اس وقت پانچ بڑے عظیم ترین صوفی موجود تھے۔ حسن زبصرہ اور پھر حسن ابن علی سلاسل تصوف میں ان تینوں ناموں سے جا ملتے ہیں اور دوسرے حضرت ذوالنون مصری ہیں، جو اتنے بڑے زاہد مرتاض ہیں۔ بہت مجاہدہ و مشقت کے عادی اور قائل ہیں کہ انہوں نے زمانے بھر میں مجاہدات کی مثال قائم کر دی۔ ایک دفعہ غلطی سے اللہ کو کہہ بیٹھے کہ اللہ میاں تو جیسے چاہتا ہے، مجھے آزما لے۔ محبت میں اللہ سے کہہ تو بیٹھے کہ میں تیری خاطر ہر جبر سہنے کو تیار رہوں۔ اللہ نے کچھ بھی نہیں کیا، صرف مرض اسہال میں مبتلا کر دیا۔ چار پانچ دن گزرے کہ کہا اللہ میاں! بس بہت ہو گیا۔ میں بالکل اس آزمائش کے قابل نہیں ہوں۔

ایسے علمائے تصوف اس وقت موجود تھے۔ حضرت ذوالنون مصری کی طرح۔ حضرت خواجہ سری سقطیؒ اور خواجہ حبیب عجمی موجود تھے۔ ان چار بڑے نامی گرامی ولیوں کے ہوتے ہوئے بصرہ میں ایک عورت بھی موجود تھی۔ وہ تھیں رابعہ بصری، یہ کتب تصوف کے ریکارڈ پر ہے کہ یہ چاروں صوفیا ہدایت و رشد کے لیے رابعہ کے حضور جاتے تھے۔ انہیں اپنی خدمات پیش کرتے

تھے۔ان سے درس تصوف لیتے تھےاور مدینہ میں حضرت رابعہ کا نام مشہور تھا کہ یہ رونے والی گڑیا ہے۔کبھی ان کی آنکھ آنسوؤں کے بغیر نہ دیکھی گئی۔ خواجہ حسن بصری چونکہ بہت بڑے استاد تھے۔ ایک دن رابعہ سے کہا کہ رابعہ میرا بڑا دل چاہتا ہے، میں آپ سے نکاح کروں۔ آپ بھی اللہ کی طلب کرنے والی ہیں اور میں بھی۔اچھا ہو گا ہم دونوں مل بیٹھیں گے۔ایک ہی گھر میں ہوں گے۔ اجنبیت ختم ہو جائے گی۔ دونوں نے اللہ اللہ ہی کرنا ہے۔ رابعہ نے کہا، کیا کہہ رہے ہو؟ میرا تمہارا نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ حسنؒ نے کہا، کیوں نہیں ہو سکتا؟ اس نے کہا کہ طالب خداوند مرد ہے اور طالب دنیا عورت ہے۔ جو دونوں کو طلب کرے، وہ مخنث ہے۔ میں اور تم دونوں مرد ہیں، ہمارا نکاح کیسے ہو سکتا ہے؟ ایسے نفیس نکات تصوف والی وہ خاتون اور یہ اکیلی نہ تھی۔اس کے ساتھ ہمارے پاس تصوف کی دنیا میں ایسی بے شمار خواتین موجود ہیں۔

میں نے کسی کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بڑا استاد نہیں پایا۔ جیسے حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ چار عورتیں بڑی معزز ہیں۔ سیدا سارہ جیسی عورت زمین پر گزری ہی نہیں ہے، جو نسب کے لحاظ سے اتنی معزز ہو، جس کا باپ نبی، خاوند نبی، بیٹا نبی، جس کا پوتا بھی نبی ہے اور جس کا پوتے کا بیٹا نبی ہے۔ایسے نسب والی عورت زمین پر نہیں گزری۔

پھر حضرت آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی ہے۔ انہوں نے اپنے اصول کی خاطر، محبت مرشدی اور محبت خداوند میں جو قربانی دی، حضرت موسیٰ کو سب کچھ جانتے ہوئے پالا۔ تو حضرت آسیہؑ نے اللہ کے ہاں بڑی عزت وتوفیق پائی۔ پھر سیدہ مریم ہیں، جن کو اللہ نے صدیقہ فرمایا۔ان کا رتبہ تمام جہان کی عورتوں سے بلند فرمایا اور ان کی آغوش میں ایک معجزاتی پیغمبر رکھا۔

پھر ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہیں۔ حضورؐ نے ان کے ہوتے ہوئے ان کے مال سے تمتع فرمایا۔ان کے وجود سے فرمایا۔اولاد ان سے حاصل کی اور جنت میں ان کے مکان کی ان کو خوشخبری دی۔ حدیث رسولؐ ہے کہ دنیا میں یہ چار عورتیں بڑی معزز ہیں۔ مگر اے عائشہ! تیری حیثیت ان میں ایسے افضل ہے، جیسے ثرید کو باقی کھانوں میں فضیلت حاصل ہے۔

اب سوچنا پڑتا ہے کہ حضرت عائشہ کیوں اتنی معزز ہیں؟ لیکن اس سے پہلے ان پر جو ایک اعتراض پیش کیا جاتا ہے۔ معاذ اللہ! استغفر واللہ! مگر یہ نہیں کسی نے جاننے کی کوشش کی کہ آخر اس چھوٹی سی لڑکی کی اتنے بڑے آدمی کے ساتھ شادی کی ضرورت کیا تھی؟ اگر آپ اپنی مذہبی

کتابوں کو دیکھیں، تو آپ کو ایک عجیب سا جملہ نظر آتا ہے کہ حضورؐ بڑے اداس تھے۔ سیدنا ابوبکرؓ نے تالیف قلب کے لیے حضرت عائشہ کو ان سے بیاہ دیا۔ کیا تالیف قلب کے لیے کوئی اور خاتون نہیں تھی؟ صرف ایک چھوٹی سی بچی رہ گئی تھی؟ حضورؐ نے فرمایا، جبرئیل نے ایک نوزائیدہ بچے کی طرح عائشہ کو ایک پالنے میں مجھے دکھایا۔ میں سوچتا تھا کہ اللہ میاں میں نے اس کا کیا کرنا ہے؟ باون سال یا پچاس سال کی عمر میں آپ ایک نوزائیدہ بچی دکھاتا ہے۔ میں نے اس کا کیا کرنا ہے؟ سوچتا رہا کہ اس میں اللہ کی کیا مرضی ہو سکتی ہے۔ اللہ کے رسول ہماری طرح اللہ پر طنز و تشنیع نہیں کر سکتے۔ فرض کریں، میں ایسی صورتحال میں ہوں، تو کہوں گا، اللہ میاں کا دماغ ٹھیک ہے کہ نہیں؟ کیوں ایسی مصیبت ڈال دی ہے؟ یہ کیا چیز پیش کر رہے ہیں؟

اس کی ایک بہت بڑی وجہ تھی۔ آج وہ وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ آپؐ کی تمام ازواج مطہرات سے جتنی احادیث مروی ہیں، ان کی تعداد صرف 17 ہے جبکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پانچ ہزار احادیث مروی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ دین کا ایک چوتھائی اس میرہ کے پاس ہے۔ اب آپ کو سمجھ آ گئی؟ ان عورتوں میں کسی کی یادداشت اتنی تازہ نہیں تھی کیونکہ تمام ازواج مطہرات ایک خاصی زندگی گزار چکی تھیں۔ جبکہ ام المومنین کو خدا نے صرف اسی لیے اٹھایا۔ پالا اور تازہ نوخیز ذہن دیا کہ اس نے ایک ایک لفظ، ایک ایک بات اور خیال حضرت محمدؐ کی عائلی زندگی کا محفوظ رکھا۔ وہ اس علم پر اتنی بڑی اتھارٹی ہیں۔ اللہ نے ان کو اولاد نہیں دی، بلکہ تمام مسلمان ان کی اولاد ٹھہرائے گئے۔ تمام عورتیں آج کسی مرد سے وہ سبق نہیں پڑھتیں، جو انہوں نے اپنی ماؤں کے ذریعے اور پھر اپنی ماؤں کے ذریعے بالآخر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حاصل کیا۔

وہ تمام بڑی عالمہ اور اتنی بڑی استاد ہیں کہ بائیس سال تک انہوں نے لوگوں کو احادیث کا درس دیا ہے۔ عائلی زندگی کی تمام احادیث اور تمام مسائل ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہیں۔ یہ ممکن نہیں تھا، اگر یہ یادداشت صاف ستھری سلیٹ نہ ہوتی اور تر و تازہ نہ ہوتی اور انہیں اتنی شدید محبت محمد رسول اللہؐ سے نہ ہوتی۔ حضورؐ فرماتے ہیں، عائشہؓ میں اچھی طرح جان لیتا ہوں، جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو۔ پوچھا، یا رسول اللہؐ! کس طرح؟ فرمایا، عموماً تم مجھے محمد رسول اللہ کہتی ہو۔ جب تم ناراض ہوتی ہو، تو مجھے یا رسول اللہ نہیں کہتیں۔ یہ حدیث آپ

دیکھیں، کتنی خوبصورت ہے۔ اس کے بغیر مسلمان کو اس معتدل عائلی زندگی کا پتہ ہی نہیں لگ سکتا۔ جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ خبر دیتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے کہا، آیئے، ذرا دوڑ لگائیں۔ صحن کشادہ تھا۔ کون آگے نکلتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا، چلو ہو جائے۔ دوڑ لگی۔ حضورؐ آگے نکل گئے۔ فرمایا، میں تو عائشہ جیت گیا۔ فرمایا، حضور پھر کبھی سہی۔ کافی عرصہ یا کچھ سال گزر گئے۔ تو حضور جسم سے ذرا تھوڑے سے بھاری ہو گئے۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ! آج پھر دوڑ ہو جائے۔ فرمایا، ہاں ہو جائے۔ اس مرتبہ دوڑ گئی، تو میں آگے نکل گئی۔ میں نے کہا، حضور، دیکھا! آج میں جیت گئی۔ فرمایا، شکر ہے آج حساب برابر ہوا۔ تم سے کب جان چھٹتی تھی۔

اب دیکھئے، یہ واقعہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سوا کون سنائے گا؟ کس نے آپ سے کہا کہ عائلی زندگی میں اتنا خوبصورت توازن ہمارے پیغمبر کے درمیان موجود ہے اور زندگی کیسی خوشگوار ہے جہاں ایسے واقعات ہوتے ہیں۔ فرمایا، میرے اور رسولؐ کے پاس ایک ہی چٹائی تھی۔ اس پر میں اور رسول اللہؐ آرام فرماتے تھے۔ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو عموماً یہ ہوتا کہ میرے پاؤں ان کے سجدے کی طرف ہوتے تھے۔ جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو میں پاؤں پھیلا لیتی اور وہ جھکتے، تو میں پاؤں سمیٹ لیتی تھی۔

براہ راست حدیث پڑھنے اور خدا اور اس کے رسولؐ کے باتیں جاننے کا جو مزہ ہے تبھی آپ کو پتہ لگے گا کہ آپ کے رسولؐ کیسے تھے۔ کس قسم کی زندگی انہوں نے گھر کے اندر اور گھر کے باہر گزاری۔ تب آپ کو اس ہستی کا پتہ لگے گا، جس نے چھوٹی سی عمر میں اس لیے اللہ کے رسول کو عطا فرمائی کہ علم کا بیشتر حصہ آتا ہے رسلؐ کی پوری زندگی کا انہوں نے مجھ تک اور آپ تک پہنچانا تھا۔ اس لیے فضیلت عائشہ پر کبھی کوئی اشتباہ نہیں ہوا۔ وہ دنیا کی سب سے پہلی عظیم ترین معلمہ ہے۔

آپ کے غصے کا یہ عالم تھا کہ آپ کے غصے سے سارے ڈرتے تھے۔ کمال کی بات ہے کہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کا وہ غصہ آج بھی ہر عائشہ میں چلا آیا ہے۔ کوئی عائشہ ایسی نہیں، جس کو غصے والا میں نے نہ پایا ہو۔ آج بھی اگر کسی عائشہ کو کوئی پیشہ اختیار کرنا ہو تو، وہ ٹیچری میں سب سے اچھی رہے گی۔ یہ آپ کو اس نکتے کی بات بتا رہا ہوں کہ عائشہ سے بہتر کوئی ٹیچر نہیں ہے۔ اتنی ٹینشن، اتنا غصہ اور اتنی جھاڑ پھونک کہ کسی کا لحاظ تک نہیں کیا۔ کھڑے کھڑے حضرت علیؓ

کو ڈانٹ دیا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کو عبداللہ ابن عمر کو ڈانٹ دیا اور لوگ تسلیم کرتے تھے کہ ماں کا حق ڈانٹنے کا ہے۔ چھوٹی سی عمر میں یہ عقل و معرفت میں ہم سے آگے ہیں۔

سوڈاکرین اور ذاکرات کے اس سلسلے میں ایسی ایسی باکمال خواتین اسلام میں گزری ہیں کہ میرا نہیں خیال، عورتوں میں کسی قسم کا کمتری کا احساس موجود ہو۔ دین کے معاملے میں عورتیں آگے رہی ہیں۔ برصغیر میں عورتوں کی ذہنیت اور عادتیں ہندو کلچر نے کرپٹ کردی ہیں۔ ایسی عادتیں مسلمان عورتوں کی نہ تھیں۔ شروع میں ہندو معاشرہ مردانہ بالادستی کا شکار تھا۔ برہمن اپنی سیادت کو قائم رکھتے ہوئے سب سے زیادہ دباؤ عورتوں پر ڈال دیتے تھے۔ چونکہ آریان بنیادی طور پر پیٹری آرچ یعنی پدرانہ نظام کے حامل تھے، جیسے صحرائی معاشرے میں، جن میں خاندان کا سربراہ باپ ہوتا ہے۔ ہندوستان کے مقامی معاشرے مادرانہ نظام کے تھے۔ جہاں زمین کی حکومت ہے، وہاں ماں کی حکومت ہے اور جہاں صحرا اور پہاڑ ہیں، وہاں باپ کی حکومت ہے۔

ہندوستان وہ علاقہ ہے جہاں مادرانہ نظام اور پدرانہ نظام آپس میں کش مکش میں آئے۔ مادرانہ نظام نے شکست کھائی۔ شکست کے بعد پالیسی یہ بنائی گئی کہ جتنی دیر تک باپ طاقتور ہے اس کے سامنے سر جھکائے رکھنا ہے اور جب اولاد سر اٹھا لے بڑی ہو جائے، تو باپ کو ایک طرف کردو۔ آج بھی وہی رسم قائم ہے۔ کسی مرد کی غریب اور شریف بیوی مدتوں ظلم اور جبر سہتی رہتی ہے، مگر لحاظ تو نہیں کرتی۔ بچوں کو ساتھ ساتھ بہکاتی رہتی ہے اور بہکانے کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جب باپ بوڑھا ہوتا ہے۔ جس وقت اسے بچوں کی استعانت کی ضرورت ہے، اس وقت ماں باپ بن کے سامنے کھڑی ہوتی ہے۔ اب تم مزید کیا چاہتے ہو؟ بہت سہہ لیا، ہم نے تمہارے جبر و استبداد کو۔ اسے اپنے معاشرے اور کلچر سے نکالنے کی کوشش کرتی ہے۔ بطور ٹیچر میں جو آج ہر بوڑھے آدمی کو اس بلا کا شکار دیکھتا ہوں، تو اسے کہتا ہوں کہ اس وقت عقل کرتے نا، جب تم اس پر رعب ڈال رہے تھے۔ ان پر جبر کر رہے تھے اور انہیں حقیر سمجھ رہے تھے۔

مردانہ غلبے میں ایک بڑی غلطی عقلی بھی تھی اور وہ یہ تھی کہ مردان پڑھ ہو کر پھر بھی اپنے آپ کو پڑھی لکھی عورتوں سے عقلمند ترین سمجھتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک میٹرک پاس خاوند کی شادی ایک ایم اے پاس لڑکی سے ہوگئی۔ مجبوری ہے۔ معاشرے میں اس قسم کی بے ہنگم شادیاں

بہت ہوتی ہیں ۔ یہ جبر اس لیے ہے کہ ہمارے ہاں چونکہ رسم ورواج کی اتنی پابندیاں ہیں کہ کوئی اور ذریعہ باقی نہیں ہے۔ خاوند اٹھتے بیٹھتے بیوی کو یہ یاد دلاتا ہے کہ یہ تم نے ایم اے کر لیا ہے، پھر بھی میں تم سے زیادہ قابل ہوں۔ اب وہ بے چاری جس نے دو چار حرف پڑھے ہیں، اس چیلنج کو قبول کر سکتی ہے۔ مگر اس کو پتہ ہے کہ یہ جاہل مطلق ڈگری کے باوجود مجھے طلاق دینے پر قادر ہے۔ اس لیے وہ خوف کے مارے بولتی ہی نہیں اور ایک ناقص شاؤزم مرد کے دماغ میں چلا جاتا ہے۔ تو قدر ناشناسی کے عوض ہمیں ہندوؤں سے جو بہت سارا دوسرا کلچر ملا ہے، اس نے عورت میں تمام عرصے میں دفاعی رویہ پیدا کر دیا ہے۔ بیٹی ہے، تو مدافعانہ ہے۔ بیوہ ہے، تو مدافعانہ ہے۔ یہی حال ماں بیچاری کا ہے اور اس کا دفاع میں جھوٹ بڑا آ گیا ہے۔ جھوٹ اس مدافعانہ میکنزم کا ایک بنیادی حصہ بن گیا ہے۔ بہانہ سازی، جھوٹ بولنا، ذہن میں مسلط انجانے خوف کے تحت بہانے بنالینا، غلط بات کرنا اور غلط کو صحیح ثابت کرنے کی سعی کرنے کا ایک سلسلہ ہے کہ اس کے تحت اخلاط کی طوالت ختم ہونے میں ہی نہیں آتی۔

اسلام میں ایسا بالکل نہیں تھا۔ مسلمان عورتوں کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا گیا۔ ہمارے پاس جو اصحاب، تابعین اور تبع تابعین کی تاریخ موجود ہے، اس میں کسی قسم کے شائبات نہیں پائے جاتے ورنہ اتنی جھوٹی ماں کا سچا بیٹا کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ جسے اپنی آغوش سے جھوٹ سننے کی عادت پڑ گئی ہو، اس بچے نے کہاں بڑے ہو کر سچ بولنا ہے؟ امانت کا احیا نہیں ہوا۔ اسلامی اقدار پر ہندووانہ اقدار غالب آ گئیں۔ ہندو مکروفریب کی اتنی گہری استعداد رکھتا تھا کہ تین ہزار سال سے ہندوستان میں جو مذہب بھی آیا، وہ ہندو کا شکار ہو کے رہ گیا۔ کتنی جلدی شکار ہو گیا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بدھ مت میں مہاتما بدھ نے کبھی خدا کا نام نہیں لیا۔ اس لیے نہیں لیا کہ مہاتما کے زمانے میں ہزاروں بت اور ہزاروں خدا موجود تھے۔ اس شریف آدمی نے سوچا کہ میں اگر خدا کا نام لیتا ہوں، تو ان لوگوں میں ڈکشنری تو نہیں بدل جائے گی۔ میں اسے برہما کہوں، شیوا کہوں، وشنو کہوں، حقیقت اعلیٰ کا کوئی نام دوں، تو وہ ایک دیوتا ہی رہ جائے گی اور میری جداگانہ ریسرچ یا تحقیق اور خدا کے وجود پر میرا اعتقاد کبھی لوگوں تک نہیں پہنچ پائے گا۔ اس نے بجائے خدا کا نام لینے کے عرفان وآگہی وزوان اس کیفیت کا نام رکھ دیا۔ اس نے اللہ کا نام نہیں لیا۔

بدھ مت میں شروع سے ہی دو فرقے ہو گئے۔ بلکہ مہاتما نے لازم قرار دیا کہ تلقین حیات کے لیے آٹھ بنیادی اصول ہیں۔ ان میں سے کوئی اصول ایسا نہیں، جس سے اختلاف کرتا ہو۔ جیسے راست اقدام، راست خیالی، راست بازی، ایک بات بھی ایسی نہیں ہے کہ حضورؐ کے سامنے کی جاتی، تو حضورؐ فرماتے، یہ غلط ہے۔ مہاتما کے تمام قوانین اسلامی ہیں۔ میں تو مہاتما کو ایک پیغمبر ہی سمجھتا ہوں۔ اگرچہ ہم وضاحت سے نہیں جانتے۔ مگر خدا کا ایک قول مبارک ہے کہ ہم نے کسی امت کی طرف تباہی نہیں بھیجی، جب تک کہ اس کی طرف کوئی پیغمبر نہیں بھیج لیا۔ نہ صرف یہ بلکہ الا بلسان قومہ اسی قوم کی زبان میں۔

تو ظاہر ہے کہ موہنجو داڑو کی تباہی سے پہلے پیغمبر بھی آیا ہوگا اور وہ انہی کی زبان میں ہوگا۔ کوئی سریانی میں کوئی عبرانی میں اور کوئی عربی میں۔ کسی زبان و ڈکشنری میں کوئی لفظ ایسا ہوگا، چاہے وہ جو بھی لفظ ہو، جس کی حقیقت اور آثار کے کوئی دوسرا لفظ نہیں لگتا اور وہ صرف اور صرف ایک ذات واحد کی ترجمانی کرتا ہو، تو وہ اللہ کا نعم البدل ہوگا۔ اگر آپ پرانی تہذیبوں میں خدا کے نام سنیں، تو آپ کہیں گے کہ یہ کیا نام ہیں؟ اا ہیہ، ماطنی، جوتی، سراشا یا افریقہ کی اقوام میں اللہ کے نام ہیں۔ اگر آپ پیچھے چلتے چلے جائیں، تو آپ کو دیوا، اخدیٹا، ہندوستان میں اللہ کے نام ملتے ہیں۔ ادھر ایران میں اہرمن اور اہورا مزدا، جبکہ اس کا نام یہودیوں نے یہواوہ دے دیا۔ ان زبانوں میں یہ نام خدائے مطلق کی ہی نمائندگی کرتے ہیں۔ فارسی میں یہ خدا ہو گیا۔

اب یہ ضرور ہے کہ اللہ اسم ذات ہے اور اللہ کے بعد کسی اور اسم کی ضرورت نہیں رہتی۔ مگر اللہ نے قرآن حکیم میں فرمایا، تم اسے رحمٰن کہو یا سلام کہو یا تم اسے مومن، جبار یا قہار کہو، سب اللہ ہی کے نام ہیں۔ ھو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسماء الحسنی سب اسی کے نام ہیں لہ مافی السموات والارض وھو العزیز الحکیم (پ ۲۸، س الحشر، آیت ۲۴) وہی عزت وحکمت والا ہے۔ اس کے بے شمار نام ہیں۔ کوئی آدمی، کوئی نام اس طرح لے کہ اس نام سے کوئی اور مراد نہ ہو اللہ کے سوا، تو وہ اللہ ہی ہے، چاہے وہ کسی ہی زبان میں ہو، وہ اللہ ہی ہوگا۔

میں آپ کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی وجہ بتا رہا تھا کہ خدا نے کیوں انہیں چنا اور کیوں زوجیت پیغمبر میں دیا؟ دفاع کرنے والے اتنی معمولی سی بات نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ

کے انتخاب کو اللہ کی نظر سے دیکھنا چاہیے نہ کہ میں اس کی وجہ دوں کہ یہ کیوں ہوا اور کیسے ہوا۔ اگر کسی انگریز کو جواب دوں اور اگر وہ رسول اللہ کو پیغمبر ہی نہیں مانتا، تو ام المومنین حضرت عائشہؓ کیا توقیر کرے گا؟ وہ اللہ اور رسولؐ کو مانتا ہو، تو تب جا کے وہ اس نکتے کا قائل ہوگا۔ ورنہ ان کے بے شمار اعتراضات ختم ہونے میں ہی نہیں آتے۔

انڈیا میں پدرانہ اور مادرانہ کلچر کے درمیان بدترین دو چار باتیں ہیں، جو ہمارے زنانہ کلچر میں آئی ہیں۔ ان میں سب سے بڑا مدافعانہ میکنزم جھوٹ میں آیا ہے۔ آج تک آپ نے کسی اخبار میں کسی عورت کی تعریف میں یہ پڑھا ہو کہ ماشاءاللہ ہمیشہ سچ بولنے والی ہے، کتنا عجیب سا لگتا ہے۔ کیوں نہ ہو کہ ایک مسلمان عورت کی عزت وحرمت اس بات میں ہو کہ وہ دانستہ کسی سے جھوٹ نہ بولے۔ ایک مسلمان معاشرے میں یہ بات کیوں ہو کہ ہمارے لیے سچ بولنا محال ہے؟ یہ سوال میں اپنے آپ اور دوسروں سے بھی کرتا ہوں کہ ہم کیوں نہ اسلام کی ایک سادہ قدر کو بھی اہتمام سے عمل میں نہیں لا سکتے؟ ایک شخص، جس سے رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ جھوٹ نہ بولنا۔ وہ گیا اور کچھ عرصے بعد آیا کہ حضورؐ آپ نے کیا مصیبت ڈال دی ہے؟ مجھ میں کوئی برائی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ ایک جھوٹ نہ بولنا اتنا مشکل ہے کہ اس نے مجھے تمام برائیوں کو گرفتار کرنا آسان کر دیا ہے۔

آیئے میں آپ کو حضورؐ کی دو چار دعائیں سناؤں۔ ایک دعا کے پہلے حصے میں ہی اتنا علم ہے کہ بندہ حیران ہو جاتا ہے حضورؐ نے یہ پیٹرن آف تھاٹ کہاں سے لیا۔ فرمایا **اللھم انی اعوذبک من دعا لایسمع** اے اللہ اس دعا سے پرہیز مانگتا ہوں، جو تو سنے نہ۔ دیکھیے قصہ ہی ختم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ میری زبان سے صرف وہ دعا نکال، جو تو قبول کرے۔

ایک اور دعا سنئے۔ میں نے اس سے بہتر دعا اپنی ذات کے تکبرات کے لیے کبھی دیکھی نہیں ہے۔ فرمایا **اللھم اجعلنی شکورا** ۔ اے اللہ مجھے اپنی یاد والا بنا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا **فاذکرونی اذکرکم** (پ۲، س البقرہ، آیت ۱۵۲) تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا **والشکرولی** اور یہ شکر ہے کہ تم مجھے یاد کرتے رہو، میں تمہیں یاد کرتا رہوں۔ فرمایا **اللھم اجعلنی شکورا واجعلنی صبورا** اور مجھے صبر والا بنا۔

یہاں میں صبر کا ایک تھوڑا سا پہلو بتا دوں۔ عموماً ہم لوگ سارے ہی کہتے ہیں کہ ہم

صبر کرتے ہیں۔ بڑے صابر ہیں۔ حضورِ گرامی مرتبتؐ ایک خاتون کے پاس سے گزرے، بڑی رو رہی تھی، چیخ چلا رہی تھی۔ کوئی قریب کا رخصت ہوگیا تھا۔ حضور پاکؐ نے فرمایا، صبر کر۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ! بھلا ایسے عالم میں بھی کہیں صبر ہوتا ہے؟ حضورؐ یہ کہہ کے چلے گئے۔ اب اس کو کیا سمجھاتے؟ تین دن کے بعد جب وہ خوب رو چکی، آنسو خشک ہو گئے۔ رہ نہیں پائی۔ کوئی دل سے آواز بھی نہیں نکلتی تھی۔ حضورؐ کے پاس آئی۔ کہا، یا رسول اللہؐ! میں نے صبر کر لیا۔ فرمایا، اب بھی کوئی صبر ہوتا ہے۔

صبر اور علم اکٹھے ہوتے ہیں۔ جس کا علم بڑھتا ہے، اس کو صبر زیادہ ملتا ہے۔ ایک جاہل آدمی ذرا سی بیماری پر تڑپنا پھڑکنا شروع کر دیا۔ حضرت موسیٰ بہت بے چینی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ گھبرائے ہوئے تھے تو حضرت خضر نے کہا کیف صبــــر ک؟ نیک بخت! تجھے کیسے صبر آئے مالم تحب ...... تجھے علم جو نہیں ہے۔ علم ہوگا تو تجھے سمجھ آئے گی۔ صبر اور علم کی کیفیت ایک ہے۔

حضورؐ جب صبر کی دعا مانگتے ہیں، تو دراصل علم کی دعا بھی مانگتے ہیں اللھـم اجعلنی شکوراً وجعلنی صبوراً کہ شکر عطا فرما، صبر عطا فرما وجعلنی فی عینی صغیراً اے اللہ! مجھے میری نگاہ میں ہمیشہ چھوٹا رکھ وفی عیـنی الناس کبیرا اور لوگوں کی نگاہ میں مجھے بڑا کر۔ اگر یہ توازن ہوگا، تو آپ قابل عزت سمجھے جائیں گے۔ جب آپ اپنی نگاہ میں چھوٹے رہیں گے، تو پھر خدا آپ کو دوسروں کی نگاہ میں بڑا کرے گا۔

اللہ کی ان دعاؤں کو ضرور دیکھا کریں، مطالعہ کیا کریں۔ یہ معانی خیال اور اکتشاف کی ایک بہت بڑی دنیا ہے۔ یہ دنیا آپ کا نصیب، میراث اور آپ کے لیے عطا و بخشش ہے۔ اس سے ضرور آپ فائدہ اٹھایا کریں۔

میاں بیوی اور والدین

آپ کے اپنے انتخاب کے مطابق جب آپ کو حوالے کر دیا جاتا ہے، تو میں ذہنی اور سماجی طور پر میاں بیوی کو ایک پارٹی سمجھتا ہوں۔ اللہ نے بھی اسے ایک ہی پارٹی کہا ہے ھن لباس لکـم وانـتـم لبـاس لھن (پ۲، س البقرہ، آیت ۱۸۷) اگر آپ اس آیت کے لغوی پہلو پر غور کریں، تو خدا کہتا ہے کہ میاں بیوی کی دو رائے نہیں ہونی چاہئیں۔ ایک رائے ہونی چاہیے کیونکہ

ایک لباس ہے۔ایک اندازِ فکر ہے۔ایک گھر اور ایک سوچ ہے۔ میں اکثر لوگوں کو کہتا ہوں کہ تم اپنے ماں باپ کے رہے، نہ تم اپنی ماں باپ کی رہیں۔اب ایک پالیسی بنائیں، جس سے دونوں کے ماں باپ خوش رہیں۔لیکن آپ ہمیشہ مسائل کھڑے کر لیتے ہیں۔ جب ایک گھر میں ایک پارٹی ہوتے ہوئے دوسری پارٹیوں سے تعلقات رکھتے ہیں۔ بیوی اگر خاوند کے گھر میں بھی اپنی وابستگیوں کی ترجیح اپنے والدین کے خاندان کو رکھے گی اور خاوند اگر اپنی بیوی کے مقابلے میں دیگر ترجیحات کو اختیار کرے گا، تو وہ خاندان ہمیشہ برباد ہوگا۔وہ گھر ٹوٹا رہے گا۔

اس کے برعکس یہ چاہیے کہ میاں بیوی اتنے قریب اور اتنے مخلصانہ ہو کر ایک دوسرے کے لیے سوچیں۔ایک دوسرے کو بتائیں کہ دیکھو بھئی! تمہاری ماں میں یہ ہے اور میری ماں میں یہ ہے۔ بیوی کو بتانا چاہیے کہ اماں بڑی ضدی ہیں۔آپ ازراہ کرم ان کی تھوڑی سی عزت زیادہ کرو۔خاوند کو اپنی بیوی کو بتانا چاہیے کہ دیکھو، مجھے تم سے تو کوئی گلہ نہیں۔مگر پالیسی یہ رکھتے ہیں کہ بی بی اماں تھوڑی سڑیل سی ہیں اور تھوڑی سی چبھتی ہوئی بات کرنے والی ہیں۔ اگر دو چار طنز کر جائیں، تو چپ کر جانا۔اگر وہ اس طرح ایک دوسرے سے افہام و تفہیم قائم کر لیں، تو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔قرآن حکیم نے ان پارٹیوں کو گنا ہی نہیں ہے۔وہ تو ایک ہی پارٹی کو گنتا ہے ھن لباس لکم وانتم لباس لھن (پ۲، س البقرہ، آیت ۱۸۷) کہ بیویاں تمہارے لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو اور اس لباس میں ماں باپ تو گھس ہی نہیں سکتے۔

نکاح وطلاق، سوشل کنٹریکٹ

طلاق اور شادی کو قرآن ایک سوشل کنٹریکٹ کی حیثیت دیتا ہے۔ یہ سوشل کنٹریکٹ ساری دنیا میں پایا جاتا ہے۔فرض کریں، آپ نکاح پڑھتے ہیں۔باہر سے ایک ایسا جوڑا آجاتا ہے، جو کافر ہے، ہندو ہے اور وہ آپس میں شادی شدہ ہیں، تو مذہب انہیں بھی شادی شدہ مانے گا۔ یہ نہیں ہے کہ ان کا اگر خدا کے نام پر نکاح نہیں ہوا تو ان کو غیر شادی شدہ کہے گا۔ کیونکہ کسی بھی سوسائٹی، معاشرے اور مذہب میں سوشل کنٹریکٹ ہیں۔اس کی شرائط متعین ہیں۔ان کی شرائط کا ان کے مذہب کے مطابق احترام کرنا پڑتا ہے۔آج کل کے لوگ بڑی مشکل سے کرتے ہیں۔

طلاق کس حالت میں ہونی یا نہیں ہونی چاہیے، یہ ہر کیس میں مختلف ہے۔ زیادہ تر

فقہا یہ کہتے ہیں کہ مشرک اور بدزبان عورت کو طلاق ہوسکتی ہے۔ جو عورت کا فحش گنا گیا ہے، اس میں دو چیزیں آتی ہیں۔ سختی پسند فقہا، جیسے امام احمد بن حنبل کے بقول، جو اپنے خاوند کو گالی دے، اس پر طلاق کا حق واجب ہو جاتا ہے۔ گالیاں فحش میں آتی ہیں اور فحش، زنا اور خاوند کو گالی دینا یہ ہم مرتبہ جرم سمجھے جاتے ہیں۔

عائلی زندگی کا حسن اور توازن

کراچی کی ایک ذہین عورت نے مجھ سے پوچھا کہ خدا کے نزدیک کون بہتر ہے، کون بدتر ہے؟ عورتیں بہتر ہیں یا مرد بہتر ہیں؟ میں نے کہا، مجھے تو نہیں پتہ کہ کون بہتر ہے۔ مگر ایک بات کا مجھے پتہ ہے کہ اگر مرد وہ کرے، جو اللہ نے اسے عورت کے بارے میں حکم دیا ہے اور عورت وہ کرے، یعنی اللہ کے احکام بجالائے، جو مرد کے بارے میں اسے اللہ نے حکم دیئے تو کسی گھر میں کوئی فساد نہیں ہوگا۔ یہ سارے جھگڑے اور فساد اس انحراف کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جتنے ہم خدا کے احکام سے دور ہوتے ہیں، اتنے بڑے جھگڑے ہمارے گھروں میں ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عائلی زندگی میں بہت سارے احکام دیئے ہیں اور رسول اللہ کی اپنی زندگی میں بھی آئے ہیں۔ حضورؐ کی بیویاں بھی کچھ ایسی تھیں۔ دراصل وہ طریق یہ تھا کہ شادیاں بھی ہوگئیں۔ حضورؐ کے نکاح میں خواتین بھی آگئیں۔ فوری طور پر ان کی داخلی حد کی خصوصیات تھیں، وہ نہیں گئیں۔ یہ زیادہ تر حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے درمیان تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی چونکہ عمر تھوڑی تھی۔ اس لیے مقدار حسد کی کچھ زیادہ تھی۔ یہاں ان کی تقصیر شان نہیں ہوتی، بلکہ وہ ان کی سچائی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ اپنی کسی کیفیت کو چھپاتی نہیں ہیں۔

وہ آپ کو بتاتی ہیں کہ میں کوئی غیر معمولی نہیں ہوں۔ کوئی آسمان سے اتری ہوئی نہیں ہوں۔ تمہیں عورتوں میں سے ایک عورت ہوں۔ میں نے بھی رسولؐ سے سیکھا ہے، آپ بھی سیکھ سکتے ہیں۔ حسد ایک عمومی کیفیت ہے، جو ہر سینہ انسان میں تھوڑی بہت ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ آدھی رات کو اٹھ کر چلے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ حضورؐ میری باری چھوڑ کر کسی دوسری بیوی کے پاس تو نہیں چلے؟ میں بھی پیچھے پیچھے چل پڑی۔ حضورؐ بڑا لمبا سفر کرتے ہوئے قبرستان میں پہنچے۔ میں بھی وہاں پہنچ گئی۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ لیا۔ آگے حدیث

بارش کے معنوں میں چلی جاتی ہے۔

حضورؐ کی عائلی زندگی اتنی خوبصورت اور شاندار ہے۔ کاش اس کا عشرِ عشیر ہی ہم مسلمانوں کے گھرانوں میں نصیب ہو جائے۔ جھگڑے تو بہت دور کی بات ہے، ایسا اعتماد اور خوبصورتی نہ مشرق میں ہے، نہ مغرب میں۔ یہ صرف ایک مسلمان گھرانے میں ہو سکتی ہے۔

عورتوں اور مردوں کا کردار

2یا3 فیصد وہ خواتین، جو یورپ میں آباد ہیں، وہ تقریباً 2 کروڑ کے لگ بھگ ہوں گی۔ ہم ان کی انفرادیت یا ان کے برسرروزگار آنے کی بنا پر مجموعی طور پر ساڑھے تین ارب عورتوں کے کردار کا تعین نہیں کر سکتے۔ سوائے عام عورتوں میں سے بہت تھوڑی تعداد کے، اب بھی تمام دنیا میں عورتیں بچوں کے لیے گھروں میں ہوں۔ چھوٹے چھوٹے اپنے اردگرد کی جگہوں میں کام کرتی ہیں اور مرد ہی کمانے والے اور ان کی نگہداشت کرنے والے ہیں۔ شاید آدم وحوا کے زمانے سے عورتوں اور مردوں میں ایک معاہدہ چلا آ رہا ہے کہ بہر حال بچوں کو پالنا اور پرورش دینے کے لیے ایک جگہ استحکام اور یقین ضروری ہے اور اسی معاہدے پر آج کل کام ہو رہا ہے۔ اگر دو چار دس عورتیں یا ایک دو کروڑ عورتیں ساڑھے تین ارب میں سے مساوات کا تقاضا کریں یا اپنے آپ کو برسر اقتدار اور برسر اختیار گنیں، تو اس سے عمومیت تبدیل نہیں ہوتی۔ افریقہ، ایشیا اور دوسری دوسری جگہوں پر اس سے قطعاً یہ مراد نہیں ہے کہ مرد کے غلبے کا مطلب عورتوں کو محکوم اور ہاتھ کی میل سمجھا جائے۔

ہمارے ہاں مرد اور عورت کی تقسیم اس طرح نہیں ہوتی، جس طرح آپ لوگ گنتے ہیں۔ آپ خارجی جسمانی اثرات پر مرد اور عورت کو گنتے ہیں۔ میرے پاس ایک جوڑا آ گیا ہے تو میں اس کی اندرونی فعالیت پر مرد اور عورت کا انحصار کرتا ہوں۔ میں سینکڑوں ہزاروں عورتوں کو دیکھ چکا ہوں، جو اپنے مردوں سے کہیں زیادہ محفوظ اور طاقتور رہیں اور وہ تمام شرائط منواتی ہیں۔ مرد بیچارے ان کے لیے لے پالک اور پالتو سے گنتے ہیں۔ کئی مرتبہ خواتین سے میں نے درخواست کی کہ وہ اپنے مردوں سے اتنا برا سلوک نہ کیا کریں۔

اسی طرح بعض مرد ہیں، جن کے اندر نسوانیت کا غلبہ ہے اور بعض عورتوں میں

مردانیت غالب عنصر کے طور پر موجود ہے، جوان کی جنسیت کی نوعیت کا تعین کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہ داخلی اور خارجی اعتبار سے مختلف ہیں۔ یہ تعلیم کا بحران ہے۔ جونہی تعلیم کم ہوتی ہے، چیزیں محدود اور جذبات تنگ ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اب آپ دیوبندی اور بریلوی ہیں۔ یہ اور وہ ہیں۔ جب تعلیم بڑھے گی، تو آپ مسلمان بن جائیں گے۔ جونہی آپ کا معیار عقل و نقد ونظر بڑھے گا، تو آپ کو جو خوشی مسلمان کہلوانے سے ہوگی، وہ دیوبندی یا بریلوی کہلوانے سے نہیں ہوگی۔ میں کتنا دیوانہ ہوں کہ پڑھ لکھ کر ایک کائناتی اور بہت بڑے سکول مکہ اور مدینہ کو چھوڑ کر اپنے آپ کو انڈیا کے چھوٹے سے اسکول میں بند کر دوں۔ بریلوی یا دیوبند کے اسکول تک محدود کر لوں۔ یہ صرف تعلیمی بحران ہے۔ جب شناخت اور علم بڑھتا ہے۔ فراخی خیال و مزاج آتی ہے تو پھر شاید یہ نہیں رہتا۔

تعددِ ازواج کا مسئلہ

جب اللہ کریم دیکھتے ہیں کہ یہ نظام میرا نہیں ہے۔ کسی مرد یا عورت کا نہیں ہے۔ اللہ نظام بناتا ہے اور دیتا ہے۔ کچھ باتیں اللہ کے نظام میں میرے خلاف چلی جائیں گی۔ اگر میں غصیلا، واہیات اور بدتمیز ہوں۔ اپنی بیوی کو روزانہ دو چار سناتا جاتا ہوں۔ اس پر ہاتھ اٹھاتا ہوں یا اس سے جھگڑا کرتا ہوں۔ مگر ادھر خدا مجھے منع کرتا ہے۔ وہ مجھے اس کی کبھی اجازت نہیں دیتا۔ وہ بدکلامی کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ وہ سختی کرتا ہے کہ تم اپنی بیویوں سے محبت اور انس کا سلوک روا رکھو۔

پھر رسولؐ کی زندگی دیکھتے ہیں۔ مرد اصولاً وہ قانون چھپا جائے گا، جو اس کے خلاف جاتا ہے۔ وہ اپنی بیوی کو وہ تمام قانون پڑھائے گا، جو اللہ نے اس کے حق میں لکھے ہیں۔ وہ عورت کو دکھائے گا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر درجہ دیا ہے اور تم مجھے بڑا مانتی ہی نہیں ہو۔ مگر وہ قانون، جو اللہ نے اس کو عورت کے بارے میں دیئے ہیں، وہ اسے کبھی نہیں سنائے گا۔

اب یہی عورتوں کا حال سن لیں کہ وہ اتنی قبضے کی خواہاں اور سخت موڈ کی ہیں کہ اگر ان سے کہو کہ آپ اللہ کو مانتی ہو کہ نہیں مانتی؟ تو وہ کہے گی کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیا تم زیادہ اللہ کو مانتے ہو؟ مگر جہاں چار کا مسئلہ آئے گا، فوراً گڑبڑ ہو جائے گا۔ سارا مزاج الٹ جائے گا۔ پھر

اتنے عذر آئیں گے، اتنے حادثے پیش آئیں گے۔ اتنے ڈپریشن اور جھگڑے ہوں گے۔ بات یہ ہے کہ عورت مرد کو تین ماہ سے زیادہ دستیاب نہیں ہوتی۔ جیسے مرضی ہے حساب کر لیں۔ اللہ نے صحیح اندازہ رکھا ہوا ہے۔ یہ کتنی بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ ایک مسلمان عورت یہ چاہے گی کہ اس کا خاوند ہر قسم کے گناہ میں ملوث رہے۔ جھوٹ بولے۔ بدکاری کرے، مگر دوسری شادی نہ کرے۔ یہ نہیں اجازت ہو سکتی۔ اگر آپ غور کریں، تو یہ سخت ترین مسلط اور ملکیت کے موڈ ہیں اور یہ انڈیا میں ستی ورتا اور پتی ورتا کی وجہ سے آئے ہیں۔ یہ اسلام میں متعارف نہیں ہیں۔

مثال کے طور پر اگر آدمی افورڈ کر سکے۔ صرف رسول اللہ کا اسوہ حسنہ ہی نہیں، اگر اصحاب رسول کے طرز عمل کو دیکھیں، تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے شادیوں کی حد بندی کی ہے۔ ان کی حوصلہ شکنی نہیں کی۔ حضرت سلیمان کی ننانوے بیویاں تھیں۔ پرانے زمانے میں جو معاشرہ تھا، اس میں کسی پدرانہ سوسائٹی میں ایک لیڈر یا بادشاہ یا کسی گھرانے کے بڑے کی اہمیت جو تھی، اس کی بیویوں سے نکلتی تھی۔ جیسے باقی چیزوں سے نکلتی ہے اسی طرح جس آدمی کی جتنی زیادہ بیویاں ہوتی ہیں، وہ اتنا ہی زیادہ معزز خیال کیا جاتا ہے۔ یہ دستور زمانہ تھا۔ کیوں بھلا؟

اس کے پس منظر میں بڑی عجیب سی بات ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ کوئی نیا بندہ، کوئی نوجوان اور غیر تجربہ کار دو یا چار بیویوں میں انصاف کر ہی نہیں سکتا۔ جس قدر کوئی نوجوان، ناانصافی، زیادتی اور بے اعتدالی کا بندوبست کر سکتا تھا، اسی قدر وہ بہت سی عورتوں کا بھی انتظام کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس آدمی کی عزت کا نشان ہر قبیلے میں اس کی زیادہ بیویوں کا ہونا سمجھا جاتا تھا۔ اس کی عزت سمجھی جاتی تھی۔ پھر عورتوں میں بھی ان دنوں یہی خیال تھا۔ کیونکہ لڑائیاں زیادہ تر مردوں کی ہوتی تھیں، عورتوں کی تو نہیں ہوتی تھیں۔ عموماً ہر زمانے میں عورتیں بچ جاتی تھیں اور مرد مقتول ہو جاتے تھے۔ اگر مرد اس زمانے میں اس کا خیال نہ کرتے، تو عصمت فروشی معاشرے کا مروج فیشن ہوتی۔

مثال دوسری جنگ عظیم کے بعد کی ہے۔ آپ جتنی بدتمیزی، بے حیائی اور یورپ میں جو جنسی آزادی دیکھ رہے ہیں، یہ دوسری جنگ عظیم کے بعد ایک کروڑ عورت کے بیوہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ ان کے پاس مرد نہیں تھے۔ رومن کیتھولک مذہب دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتا۔ ایک جرمن عورت نے از خود کہا کہ آپ کے پیغمبر ایک دانا شخص تھے۔ اگر ہمیں اجازت ہوتی، تو

جرمنی میں ہر عورت دوسری یا تیسری بیوی بننے کے لیے تیار تھی۔ مجھے رومن کیتھولک ازم نے روک رکھا ہے۔ وہ اس کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس لیے بجائے مذہبی پیٹرن میں ذمہ داری سے کسی کے شریک حال ہونے کے وہ تمام عورتیں کرپشن کو نکل گئیں۔ جنسی آزادی عام ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ اس سے آگے لوگ بڑھ گئے۔ اس وقت عورت ان کے لیے مرد کی لذت وجود کا ایک ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔ جب یہ لذت انتہا کو پہنچے گی اور کثرت سے دستیاب ہوگی، تو لوگ ان چیزوں کو بڑھ جائیں گے، جیسے اب یورپ میں ہوتا ہے۔

میں آخری دن جب امریکہ سے چل رہا تھا، تو ہم جنس پرستوں کا کم از کم ایک لاکھ کا جلوس نکلا ہوا تھا، جو وہ حق ملکیت مانگ رہے تھے اور حکومت نے انہیں دے دیا۔ عورت کو اس حوالے سے سوچنا چاہیے۔ میں آپ کو تنبیہ کے طور پر بتا رہا ہوں کہ اس وقت بھی پاکستان میں ایک کروڑ عورت غیر شادی شدہ ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ اس سے وہ مردوں کو نقصان پہنچا سکیں گی؟ اس سے وہ صرف عورتوں کو ہی نقصان پہنچے گا۔ یہ مسئلہ بقا ہے۔ اسی کی وجہ سے معاشرے میں توڑ پھوڑ ہوتی ہے۔ اگر آپ صحیح مسلمان نہیں ہیں اور آپ خود کے ساتھ اپنے احساس ذمہ داری کو شیئر نہیں کر رہیں، تاکہ معاشرے کو ڈیل کیا جا سکے، تو دیکھ لیجیے کہ دس یا پندرہ سال کے بعد جو سیلاب ہمارے مطمئن اور سادہ گھروں پر چڑھ کے آ رہا ہے، جواب بھی آ رہا ہے، مگر دس سال کے بعد وہ اتنا کھلا ہوگا کہ کوئی بھی شادی شدہ عورت اپنے گھر میں محفوظ نہیں ہوگی۔ آپ کو اس بارے میں محتاط ہونا ہوگا۔ یہ ایک سماجی مسئلہ ہے۔

اس کا فیصلہ کرنا کسی فقیہ کا کام ہے کہ غیر مسلم عورت خدائے واحد کی پرستش کرتی ہے یا شرک کی۔ آج کل کے عقائد میں تو رومن کیتھولک بھی مشرک ہیں، جن کا عقیدہ روح مقدس، بیٹا اور باپ ہے۔ ان پر شرک کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس لیے رومن کیتھولک کے ساتھ بھی شادی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ قرآن حکیم میں اللہ نے وضاحت کے ساتھ عقیدہ کی ڈگری بتائی ہے۔ ولا تنکحوا المشرکت حتی یومن کہ مشرکات کے ساتھ نکاح نہ کرو، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ولامتہ مومنتہ خیر من مشرکتہ ولو اعجبتکم (پ۲،س البقرہ، آیت ۲۲۱) ایک غلام مسلمان عورت ایک آزاد مشرکہ سے بہتر ہے، اگر تم غور کرو۔ یہ صرف مردوں کے لیے ہی نہیں ہے، بلکہ عورتوں کو بھی براہ راست حکم دیا کہ ولا تنکحو المشرکین حتی یومنو ا(پ۲،س

البقرہ، آیت ۲۲۱) مت شادی کرو، مشرک مردوں کے ساتھ، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔

بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ جب میں باہر گیا، تو مجھ سے دس مسلمان عورتوں نے پوچھا کہ ہمارے تعلقات کئی عیسائیوں کے ساتھ ہیں۔ ہم ان سے شادی کریں یا نہ کریں؟ اور یہ میرے لیے بہت خوفناک بات تھی کہ کس طرح اپنے مذہب سے عدم آگہی لوگوں کو مذہب سے دور لے جاتی ہے۔ خدا مسلمان عورتوں کو سختی سے کہتا ہے کہ ولا تنکحوا المشرکین حتی یومن و ابدا مومنون خیر مشرکا ولو اعجبتکم ایک غلام مسلمان بھی ایک آزاد اور رئیس ترین مشرک سے بہتر ہے، اگر تم غور کرو ورنہ جہنم اور آگ ہے۔

حجاب اور بے حجابی

حجاب صرف شناخت کے لیے ہے۔ پہلی جنگوں میں عورتیں ساتھ جاتی تھیں۔ جنگ یرموک میں حضرت خالد بن ولید جب آٹھ تلواریں توڑ کے پیچھے پلٹے اور مسلمان لشکر دباؤ میں تھا، تو ابوسفیان کی بیوی ہندہ اسے ملیں۔ اس نے ہاتھ میں خیمے کی چوب اٹھائی ہوئی تھی۔ اس نے کہا، خالد! تو کیا جرنیل ہے کہ تیری فوج بھاگ رہی ہے؟ خالد کو اس وقت غصہ تو بہت تھا۔ خون آنکھوں میں اترا ہوا تھا۔ انہوں نے کہا، اے دشمن خدا اور رسولؐ! پیچھے ہٹ۔ ان کو بعد میں ماروں گا، پہلے تیری گردن اڑاؤں گا۔ اس وقت بے حجاب چہرے دیکھے جاتے تھے۔ بے حجابی میں اور چہرہ دیکھنے میں بڑا فرق ہے۔

مسئلہ یہ ہوا کہ بنو قریظہ سے گزرتی ہوئی ایک مسلمان عورت جب خرید و فروخت کے لیے ایک یہودی کے پاس گئی، تو اس نے اسے بے حجاب کر دیا۔ مسلمان عورت نے شور مچایا۔ پاس سے ایک مسلمان گزر رہا تھا۔ اس نے اس یہودی کو قتل کر دیا۔ گرتے گرتے اس یہودی نے اپنی قوم کو پکارا۔ اور ان سب نے مل کر مسلمان کو شہید کر دیا۔ مسئلہ حضورؐ کے سامنے پیش ہوا۔ حضورؐ جب آئے، تو یہودیوں نے ایک اعتراض کیا کہ ہمیں کیا پتہ تھا کہ یہ مسلمان عورت ہے۔

اسی طرح جب حضور گرامیؐ کے دور میں ٹائلٹ وغیرہ تو نہیں ہوتے تھے۔ خواتین صحرا میں یا دور دراز جاتی تھیں۔ امہات المومنینؓ بھی جاتی تھیں۔ ان میں حضرت سودہؓ کا قد ذرا لمبا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ خاص کر امہات المومنین کا جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے پکارا۔

کہا کہ سودہؓ میں نے آپ کو پہچان لیا۔ حضرت ام المومنین سودہؓ نے آ کر آنحضورؐ سے شکایت کی کہ مجھے اس طرح عمرؓ نے کہا ہے۔ حضورؐ خاموش رہے۔ اس پر یہ پردے کی آیات اتریں۔ حجاب کی آیات پھر اس کے بعد اتریں۔

حجاب میں اتنا ہی لازم ہے، جتنا کہ اللہ نے کہا ہے۔ اس میں بھی عارضی اور وقت کے مطابق رد و بدل ہو سکتا ہے۔ مگر یہ اتنی بڑی شناخت ہے کہ میں جب ورجینیا میں گیا تو مجھ سے ایک لیڈی ڈاکٹر نے پوچھا کہ یہاں میری سوسائٹی بہت اچھی ہے۔ بڑے نیک اور نائس لوگ ہیں۔ میں نے اگر سر نہ بھی ڈھانپا ہوا ہو، تو کیا اس میں مسئلہ پیش آ سکتا ہے؟ میں نے کہا، بی بی! تو نے پوچھنا ہی نہیں تھا۔ تمہاری بے خبری تمہارے لیے باعث رحمت ہوتی۔ مگر اگر پوچھ لیا ہے تو میں آپ کو بتاؤں۔ اگر دور سے چلتا ہوا آ رہا ہوں اور تم بھی باقی عورتوں میں موجود ہو، تو میں تمہیں کبھی مسلمان عورت نہیں سمجھوں گا۔ آپ کو دوسری عورتوں کی طرح لوں گا۔ نائس، معقول اور ہر حوالے سے قابل احترام عورت۔ مگر مسلمان عورت نہیں سمجھوں گا۔ ہاں اگر تم دوپٹہ اوڑھا ہوا ہو، سکارف پہنا ہوا ہو۔ تمہارا گریبان ڈھانپا ہوا ہو، تو میں دور سے، چاہے تمہاری شکل چھپی یا نہ چھپی ہوئی ہو، تمہیں سمجھوں گا کہ یہ مسلمان عورت ہے۔

پالش والے ناخنوں کا وضو

اگر ناخنوں پر رنگ لگانا منع ہے تو بالوں پر مہندی بھی منع ہوتی اور پھر آپ مہندی پہلے اتارتے، پھر مسح کرتے۔ یہ وہ باتیں ہیں، جو مسلمان میں اپنے مذہب کا تنافر تو پیدا کر سکتی ہیں، اسے اس کے قریب نہیں کر سکتیں۔ آپ غور کریں کہ جن پاؤں میں آپ نے وضو کے لیے جوتے پہنے ہوتے ہیں، اللہ حضر میں اڑتالیس گھنٹے اور سفر میں تین دن ان پر مسح کرواتا ہے۔ اس کو ناخنوں سے کیا دلچسپی ہے۔ اتنی آسانیاں پروردگار عالم نے آپ کو دے رکھی ہیں کہ اگر آپ کے ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی ہے، تو اللہ کیا کہے گا کہ پٹی کھول کر، زخم صاف کر کے دوبارہ اس پر پٹی کرو؟ خدا کے بارے میں یہ بدگمانیاں پیدا کرنا کسی بہت چھوٹے سر والے کا کام ہو سکتا ہے۔ اللہ میاں یہ نہیں کہے گا کہ ناخن لگے ہیں، تو وضو نہ کرو۔ آپ کہیں بھی قرآن و حدیث میں ناخنوں کا وضو بتا دیں؟ ہاتھوں کا تو لکھا ہوا ہے۔ مگر ناخن کا وضو کہاں لکھا ہوا ہے کہ جی آپ کے ناخن آپ کے ہاتھ کا حصہ

نہیں ہیں۔ یہ سب کو پتہ ہے کہ یہ گوشت ہے اور یہ تختی ہے۔ دونوں میں بہت فرق ہے۔ مجھے بتائیں کہ کہاں قرآن وحدیث میں لکھا ہوا ہے کہ ہاتھوں کے ساتھ ناخنوں کا وضو بڑا ضروری ہے۔

اللہ بڑا حقیقت پسند ہے کہ جب ایڑی کی بات ہوئی اور کسی شخص نے وضو کرتے ہوئے ایڑھی کو چھوڑ دیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ایڑی میں آگ ہے۔ اگر ایڑی پاؤں کی نہ دھوؤ گے، تو اس میں آگ ہے۔ ناخنوں کا تو ذکر ہی کوئی نہیں اور یہ اچھی طرح یاد رکھیں کہ جس چیز کا ذکر نہ ہو، اس کا ذکر لایا نہ کریں۔ مصیبت پڑ جاتی ہے۔

جنت میں بیوی مثل حور

میں نے بدترین جگہ پر تین سال گزارے۔ گرمی اور حبس بہت تھا۔ مچھر اور مکھیوں کی بہتات تھی۔ رات کو آنکھ لگے نہ صبح آنکھ لگے۔ بیٹھا ہوا ایک دن سوچ رہا تھا۔ میں نے اللہ میاں سے کوئی گلہ وِلہ نہیں کیا۔ بس ایک بات کہی کہ اللہ میاں! یہ دنیا آرزو اور خواہشات کی جگہ ہے۔ اس دنیا میں ہر وقت کوئی نہ کوئی طلب رہتی ہے۔ اگر کوئی شخص بدترین حالات میں، جیسے وارد ہو رہے ہیں، تجھ سے راضی ہو اور یہ کہے کہ چلو تو نے اس حال میں جیسے بھی مجھے رکھا ہے ٹھیک رکھا ہے۔ اسے جنت کا فریب تو کیسے دے سکتا ہے؟ میں نے اسے یہ کہا کہ اگر اس دنیا میں جہاں اتنے حالات تلخ ہیں اور انسان اتنا الجھا ہوا اور بے بسی کے عالم میں بھی تجھے ہی اپری شی ایٹ کرے اور تجھے ہی داد دے کہ تو نے جس حال میں رکھا ہے، ٹھیک رکھا ہے، تو تو جنت میں اسے کیا خوشی دے سکتا ہے؟

جنت تو ایک ایسی جگہ ہے، جہاں آرزو نہیں ہوگی، خیال نہیں ہوگا۔ اگر جنت میں خوشی بے حد نہیں ہوگی یا آرزو نہیں ہوگی یا غم نہیں ہوگا یا حسن نہیں ہوگا، تو بندے کو اور کسی چیز کی کتنی آرزو ہوگی؟ دوسری بات یہ ہے کہ ایک ہی عورت کے بھی تو ستر چہرے ہو سکتے ہیں۔ یہ ستر بڑی اہم چیز ہے۔ میں آپ کو بڑی عجیب وغریب بات بتانے لگا ہوں۔ جیسے ایک عورت ایک مرد کا چہرہ دیکھتی ہے یا مرد ایک عورت کا چہرہ دیکھتا ہے، تو وہ اپنے اپنے خیال میں خوبصورتی کی بلند ترین ٹیکنیکل قسمیں چننا شروع کر دیں، تو میرے خیال میں روایت اس پر جاتی ہے کہ پوری دنیا میں صرف ستر

اقسام کے چہرے کی خوبصورتی نکلتی ہے۔

اب آپ خود غور کریں۔ جو اللہ ستر حوریں دے سکتا ہے، کیا وہ اسی اچھی بیوی کی ستر شکلیں نہیں بنا سکتا؟ ایک دن اس نے آرزو کی، وہ جو میں نے مادھوری ڈکشت دیکھی تھی، وہ مجھے اچھی لگی تھی۔ اگلے دن بیوی مادھوری ڈکشت بن کے آ گئی۔ اس سے اگلے دن وہ آرزو کر رہا ہے یا اللہ! کلا ڈیا کارڈینل بڑی پسند آ گئی تھی، تو وہ کلارڈیا کارڈینل بن گئی۔ تو یہ کون کہہ سکتا ہے کہ ستر حوریں ہوں گی ستر شکلیں اسی بیوی کی ہوں گی؟

باقی رہی بیوی کی بات، تو میں آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں کہ بیوی کے پاس چوائس ہوگا کہ یا مرد بن جائے یا اچھی بیوی کی طرح رہے۔ اس کے پاس بھی جوائس ہوگا۔ یہ جو جتنا بھی نظام ہے، وہ تو اس دنیا تک محدود ہے۔ کیا پتہ جو جنسی یا جسمانی تسکین یا انسان کا جو طریق محبت یہاں ہے یہ لازماً جنت میں نہیں ہو سکتا۔ اس میں کوئی بناوٹ ہوگی، کوئی اور بہتر طریق ہوگا۔ جو میاں بیوی یہاں ایک پروسیجر سے گزرتے ہیں، ہو سکتا ہے جنت میں ایک دوسرے کو دیکھنے سے ان کی تسکین ہو جائے مگر جنت کی سب سے خوشی اور لذت خدا کو دیکھنا ہے۔ جمعے کے دن پروردگار عالم اپنے چاہنے والوں کو اپنی صورت زیبا دکھائیں گے۔